بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان افروز حالات زندگی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ،اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ،بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقال تبارک وتعالیٰ فی سورۃ المریم :41

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ٭ صدق اللہ العظیم

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

اللَّهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں کو جاننا کیوں ضروری ہے؟

- ✓ انبیاء اکرام کی زندگیوں کے واقعات کی فضیلت اِسی بات سے واضح ہو جاتی ہے اُن کا کثرت سے ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔
- ✓ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے واقعات صرف معلومات / قصہ کہانیوں کے طور پر بیان نہیں کیے گئے بلکہ **عبرت وہدایت** کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ**

ترجمہ:— یقیناً ان کے واقعات میں عقل والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ (یوسف:111)

ہم کوشش کرینگے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے ہر واقعے سے وہ سبق سیکھیں جو اللہ تعالیٰ ہمیں سکھانا چاہتا ہے۔

خاص بات یہ ملتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کی بہت سی باتوں / اعمال کو اللہ تعالیٰ نے عبادات کا حصّہ بنادیا۔(مثلاً قربانی، ارکان حج وغیرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نمایاں خصوصیات اور فضائل

1) حضرت ابرہیم علیہ السلام بابل (موجودہ عراق) میں پیدا ہوئے۔

2) قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا **69** مرتبہ ہوا ہے۔

3) حضرت ابرہیم علیہ السلام کے نام پر قرآن مجید میں پوری سورۃ — **سورۃ ابرہیم** — نازل فرمائی، جو 53 آیات پر مشتمل ہے۔

4) قرآن مجید میں ان کو **"اُمت"** کہہ کر پکارا گیا: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً — بے شک ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات میں ایک اُمت تھے۔

5) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا دوست بنایا اور "**خلیل اللہ**" کا لقب دیا۔ (ترمذی:2995)

6) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق میں سب سے بہتر انسان — حضرت ابراہیم علیہ السلام — ہیں۔ (مسلم:2369)

7) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن جب لوگ ننگے پاؤں اور ننگے جسم جمع کیے جائینگے تو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ (بخاری:3349)

8) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک ہر نبی کے (گزشتہ) انبیاء میں سے کچھ دوست ہوتے ہیں اور میرے دوست ابراہیم علیہ السلام ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے بھی دوست ہیں۔ (ترمذی:2995)

9) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک محل ہے، جس میں کوئی دراڑ اور کوئی کمزوری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ محل صرف اپنے دوست — حضرت ابراہیم علیہ السلام — کی مہمان نوازی کے لئے تیار کیا ہے۔ (مجمع الزوائد:13763)

10) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابرہیم علیہ السلام سے اتنی محبت تھی:

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی 'ابراہیم' رکھا۔ (بخاری:1043)
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبولیت ہوں (جو انہوں نے اللہ سے کی تھی جس کا ذکر البقرۃ–129 میں ہے)۔ (حاکم:3566)

اطمینان قلب کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک درخواست

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ سے ایک درخواست کی کہ اے اللہ تعالیٰ۔ **رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ**۔ مجھے دِکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین نہیں تھا بلکہ وہ اس سلسلے میں شرح صدر۔۔۔اطمنان قلب اور۔۔۔عین الیقین کے خواہشمند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔**اَوَلَمْ تُؤْمِنْ**۔کیا تم میرے پر یقین نہیں رکھتے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔۔**قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ**۔۔کیوں نہیں اللہ تعالیٰ، میں بالکل یقین رکھتا ہوں، بس ذرا دل کا اطمنان درکار ہے (یعنی وہ ایمان جو مشاہدہ عینی سے حاصل ہوتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندے لے کر اُن کو اپنے سے مانوس کر لو (یعنی تمہاری آواز سن کر دوڑا دوڑا آجائے)، پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر اُن کو پکارو، تو تمہارے پاس تیزے سے دوڑے چلے آئیں گے۔

سبق: جیسے یہ پرندے ٹکڑے ہونے کے باوجود اپنے مالک کی ایک آواز پر صحیح سالم جسم کے ساتھ حاضر ہو گئے، بالکل اِسی طرح قیامت والے دن بھی تمام انسان اپنا جسمانی وجود کھو دینے کے باوجود اپنے مالک وخالق کی ایک آواز پر دوڑے دوڑے میدان حشر میں حاضر ہو جائیں گے۔

اپنے والد کو دعوت

ابراہیم علیہ السلام نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی، بتوں کی پوجا نسل در نسل کی جارہی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام کو جب نبوت ملی تو آپ علیہ السلام دعوت کے کام کا آغاز اپنے **والد** سے کیا۔

سبق: دین کے کام کا آغاز سب سے پہلے اپنی ذات سے۔۔۔پھر گھر والوں سے۔اور اسطرح جو قریب ہوں ان سے کرنا چاہیے۔

اپنے والد کو دعوت: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام۔ **آزر** ۔تھا(الانعام:74)۔ آپ علیہ السلام نے اپنے والدِ محترم کو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ دین کی دعوت دی۔ اور انتہائی اِخلاص، دل سوزی اور اپنائیت کے ساتھ گفتگو کی۔ اور باپ کو مخاطب کرنے کے لیے انتہائی محبت کا لفظ استعمال کیا "**یَااَبَتِ**"۔اے اباجان۔ نہ کہ "**یَااَبِیْ**"۔ جیسے اُردو میں ہم بچیوں کہ پیار سے آپ "گڑیا" یا "بٹیا" کہتے ہیں۔

 For suggestions and improvements, plz contact at 0092-300-6376466

آپ علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ **"اے ابّا جان! آپ اُن چیزوں (یعنی بتوں) کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپکا کوئی کام بناسکتی ہیں؟ اے میرے ابّا جان! بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو آپ کو حاصل نہیں، تو آپ میری پیروی کریں، میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے میرے ابّا جان! شیطان کی باتوں کہ نہ مانیں، بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ اے میرے ابّا جان! بے شک مجھے ڈر ہے کہ آپ پر اللہ کا عذاب نہ آجائے، اور پھر آپ شیطان کے ساتھیوں میں سے نہ ہو جائیں"۔** (سورۃ المریم:42)

اِخلاص کے اِس معیار پر دعوت دینے کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کے والد – **آزر** – غصے میں آ گئے اور کہا **"کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو (اپنی ان باتوں سے باز نہ آیا) تو میں تجھے سنگسار (قتل) کر دونگا۔ بس تو اب ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا"۔** (سورۃ المریم:46)

سبق: آپ ذرا اس منظر کو اپنے ذہن میں تولے کے ایں کہ ایک گناہ گار باپ اپنے نیک بیٹے کو گھر سے نکال رہا ہے اس بات پر کہ بیٹا فکر مند **ہے کہ کہیں اس کا باپ جہنم آگ میں نہ چلا جائے۔**

والد کے اِس سخت اور تُرش رویّے پر بھی آپ علیہ السلام نے اُن سے ذرا سی بھی بن تمیزی / بد سلوکی تو دور کی بات – ناگواری – کا اِظہار بھی نہیں کیا بلکہ آپ علیہ السلام جب گھر چھوڑ کر جارہے تھے، تو اپنے والد کو آنکھیں بھر کے دیکھا:

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِي حَفِيًّا (المریم:47)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا: (ابا جان) آپ ہمیشہ سلامت رہیں، (اپکو کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے)، میں اپنے رب سے آپکی بخشش کی دعا (ضرور) کروں گا (کہ وہ آپکو بخش دے)، بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

سبق: والدین سے اچھا اِخلاق رکھنے کی اہمیت پتہ چلتی ہے، آج کل کے والدین اولاد کو غلط باتوں سے روکیں تو اولاد طیش میں آجاتی ہے، اور کیسے جواب دیتی ہے – جبکہ والدین right پر ہوتے ہیں اور اولاد wrong پر۔ لہذا سبق یہ ملا کہ والدین اگر کبھی کسی بات پر روک ٹوک کر بھی رہے ہوں، تو انتہائی ادب و احترم سے بات کرنی چاہئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے جب قیامت کے دن ملیں گے تو ان کے (والد کے) چہرے پر سیاہی اور غبار ہو گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کریں (اور دین حق قبول کر لیں)۔ اُن کے والد کہیں گے کہ آج میں تیری مخالفت نہیں کرتا (یعنی آج تمہیں نہیں جھٹلاتا، تم پر ایمان لے آتا ہوں)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں ہونے دے گا ۔ آج اس سے بڑھ کر کیا رسوائی ہو گی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنّت کافروں پر حرام قرار دی ہوئی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک گھنے بالوں والا بجّو -Badger اپنی غلاظت کے ساتھ ذبح کیا ہوا خون میں لت پت پڑا ہو گا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (یوں کسی کہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ اباہیم علیہ السلام کے والد کون ہیں اور آپ کو شرمندگی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا)۔ (بخاری:3350، مشکوۃ:5538، حاکم:8750)

اپنی قوم کو دعوت

والد کے بعد آپ نے دعوت کارخ قوم کی طرف کیا۔ آپ کی قوم کے لوگ صدیوں سے بتوں کی پوجا کرتے چلے آرہے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اُن کو جن الفاظ میں توحید کی دعوت دی اُس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے:

"ابراہیم علیہ السلام نے کہا یہ سب (بت، جن کی تم لوگ پوجا کرتے ہو یہ) تو میرے دشمن ہیں، سوائے ایک رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر وہی راہنمائی فرماتا ہے، (وہ رب) مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے، اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی مجھے شفا بھی دیتا ہے۔ (وہ رب) مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندہ کرے گا، اور اُسی سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ روزِ قیامت وہ میری خطائیں بھی معاف فرما دے گا۔

(سورۃ الشعرآء:82-75)

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اُن کو سمجھایا کہ ایک رب ہونے کے لیے کن صفات سے متّصف ہونا ضروری ہے۔ تمہاری بتوں میں یہ خصوصیات چونکہ نہیں ہیں اسلیے میں تمہارے خداؤں کو نہیں مانتا۔

صنم کدہ میں بت شکنی اور آتش نمرود

جب توحید کی دعوت کا اثر قوم پر بالکل نہیں ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو سبق سکھانے کے لیے ایک منصوبہ بنایا جس کے ذریعے وہ اِن بتوں کی بے بسی اور لاچارگی واضح کر سکیں۔ ایک موقع پر اُنہوں نے اپنے اِس منصوبے کا اِظہار بھی کیا۔ ایک دفعہ آپ علیہ السلام نے کہا کہ **"خدا کی قسم! (میں) تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لونگا"** (الانبیآء:57)، لیکن قوم آپ کے اِس ارادے کو سمجھ نہیں پائی۔

آبادی سے دور ایک جگہ پر میلہ / مذہبی تہوار لگا کرتا تھا جس میں علاقے کے سب لوگ شامل ہوتے تھے۔ جب میلے کا وقت آیا تو لوگوں نے آپ کو بھی چلنے کی دعوت دی، مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ **فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ میں بیمار ہوں** (الصافات:89)۔

یہ سن آپ علیہ السلام کی قوم آپ کو چھوڑ کر میلے میں چلی گئی (الصافات:90)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ وہ بت خانے میں چلے گئے اور دیکھا کہ بتوں کے سامنے برکت کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لوگوں نے رکھی ہوئی ہیں۔ اُنہوں نے تمسخر والے انداز میں فرمایا:

اَلَا تَاْكُلُوْنَ۔ (الصافات:91)؟ (ہاں بھائی! تم لوگ یہ کھانا) کھاتے کیوں نہیں ہو۔

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (الصافات:92)؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کچھ بولتے بھی نہیں

پھر کلہاڑا / اوزار آپ نے دائیں ہاتھ میں لیا اور سب بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا، صرف ایک بڑے بُت کو ایک حکمت اور مصلحت کے تحت صحیح سالم چھوڑ دیا تاکہ آپ اِس کے ذریعے قوم کو توحید کی حقیقت واضح کر سکیں۔ اِن کی اس واقعے پر اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ:

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے

صنم کدہ [1] ہے جہاں، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

قوم کے لوگ جب میلے سے واپس آکر بت خانے میں گئے اور جب اپنے معبودوں کو ٹکڑے ٹکڑے پایا تو غیظ و غضب میں بھر گئے۔ اور پوچھنے لگے کے ہمارے بتوں کا کس نے یہ حال کیا ہے؟ کچھ لوگوں نے بتایا کہ ابراہیم نامی ایک شخص تھا جو ہر وقت ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا رہتا تھا اور ایک دفعہ اُس نے ہمارے بتوں کے خلاف کچھ کرنے کے دھمکی بھی دی تھی۔ یہ اُسی کی کاروائی ہو سکتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عوام کے سامنے حاضر کر کے پوچھا گیا کہ "بتاؤ! ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے"؛ تو ابراہیم علیہ السلام جیسے اِسی سوال کے منتظر تھے، فوراً جواب دیا:

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْاَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (الانبیاء:63)

ترجمہ: (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا، بلکہ یہ سب کچھ ان بتوں کے بڑے سردار نے کیا ہے، اُنہیں سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔

[1] بُت خانہ

ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب قوم کے مشرکانہ عقائد پر زبردست وار تھا جو ٹھیک نشانے پر لگا۔ بت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سامنے پڑے اپنی بے بسی کی داستاں سنا رہے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سنتے ہی سب لوگوں کے سر شرم سے جھک گئے، اور زبانیں بند ہو گئیں اور اُن کے دلوں نے اِس بات کا اقرار کیا کہ **بے شک ہم ہی ظلم کرنے والے ہیں** (الانبیآء:64)۔ پھر اُنہوں نے اپنے سروں کو شرم سے جھکائے ہوئے بولا کہ **اے ابراہیم علیہ السلام !تم تو جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں** (الانبیآء:65)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اِسی جواب کے منتظر تھے، آپ نے فرمایا کہ: **پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ کیا تم بالکل بھی عقل سے کام نہیں لیتے** (الانبیآء:66-67)؟ یعنی پہلے اپنے ہاتھوں سے خود بت بناتے ہو پھر اُن سے مدد مانگتے ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کی یہ گفتگو کسی بھی سمجھدار انسان کے لیے کافی تھی، مگر گمراہی کے نشے اور غصّے کی کیفیت نے ایک بار پھر اُن کو ہٹ دھرم کر دیا۔ چونکہ اُنہیں اپنے معبودوں کے چور چور ہو جانے کے بے حد غم تھا، اس لیے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا فیصلہ کیا اور کہا:

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ (الانبیآء:68) **ترجمہ: جلا ڈالو اِس (ابراہیم علیہ السلام) کو اور اپنے اِلٰہوں / معبودوں کی مدد کرو۔**

اُن بے چاروں کو اتنی بھی سمجھ نہیں تھی کہ اِلٰہوں سے مدد لی جاتی ہے نہ کہ اُن کی مدد کی جاتی ہے۔

بہر حال، ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کے لیے ایک بہت بڑا **مکان نما گڑھا** تیار کیا گیا (الصافات:97)، ایک عرصے تک شہر کا ہر شخص لکڑیاں لا کر اُس گڑھے میں ڈالتا رہا۔ کچھ روایات میں آتا ہے کہ اُن کا باپ آزر بھی لکڑیاں لانے والوں میں شامل تھا۔ کئی دن تک وہ آگ دھکتی رہی۔ یہاں تک کہ جب اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا۔ اُس وقت زمین کے ہر جانور نے آگ بجھانے کی کوشش کی، سوائے **چھپکلی** کے، یہ آگ کو بھڑکا رہی تھی، (یعنی اِس کی فطرت میں ہی نقصان پہنچانا ہے) اِسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مارنے کا حکم دیا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ:3100؛ نسائی:2834، ابن حبان:5631)

اسرائیلی روایات میں آتا ہے کہ اُس وقت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور فرمایا: کیا آپکو میری ضرورت ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا "تمہاری تو کوئی ضرورت نہیں البتہ مجھے اللہ ضرورت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "بارش کا فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر بجھا دوں۔ لیکن اُس فرشتے کو کوئی حکم نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن جریر الطبری:18/466)

یہ ایسا غمزدہ منظر تھا گویا کائنات کی فضا میں اِک کہرام مچ گیا ہو، اور زمین و آسماں کی ہر چیز چیخ چیخ کر کہہ رہی ہو کہ اے ہمارے رب! اِس زمین پر تیرا ایک ہی توحید کا پرستار ہے۔یہ بھی آگ میں ڈال دیا گیا تو تیری توحید کی صدائیں اِس فضا میں کون بلند کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آگ ہے اور آپ **عقل اور عشق** کے ایک عجیب دوراہے پہ کھڑے ہیں۔ اِن دونوں میں سے کسی ایک کا چناؤ ہونا ہے۔ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ آگ جسم کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے، لہذا اس میں نہ کودا جائے۔ عشق کا تقاضا یہ تھا کہ جان جاتی ہے تو جائے، مگر جس ذات سے عشق کیا ہے وہ ناراض نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ پیکر عشق تھے، اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے، لہذا آپ نے آگ میں کودنے کا انتخاب کیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں کودنے سے پہلے ایک دعا پڑھی:

حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ — میری مدد کے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔ (بخاری:4564)

یہ کہہ کر آپ بے خطر آتشِ نمرود میں کود پڑے، اِسی حوالے سے علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

جبکہ عقل ابھی محوِ ہے، کھوئی ہوئی ہے۔ تماشائے لبِ بام: چھت پر نظارہ کرنے کا عالم (یعنی عقل ابھی کسی اونچائی سے کھڑی تماشا دیکھ رہی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے، ایک انسان ایک دھکتی ہوئی آگ میں کودنے والا ہے)۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا: **قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ** (الانبیاء:69)

ترجمہ: **ہم حکم دیا! اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام پر۔**

آگ اُن پر ٹھنڈی ہو گئی، ابراہیم علیہ السلام بالکل صحیح سلامت رہے، مگر اِس عظیم معجزے کو دیکھ کر بھی اُنکی قوم اُن پر ایمان نہیں لائی۔

سبق: اِس واقعے سے ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔

1. ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، جس وقت چاہیں گے اُس کو اُسی وقت ہدایت ملے گی،
2. ہمارا کام صرف دین کی بات دوسروں تک پہنچا دینا ہے اگر کوئی بھی ایمان نہیں لاتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو جائیں گے،
3. ہر نفع نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اگر وہ نہ چاہے تو آگ بھی انسان کو نہیں جلا سکتی۔ جیسا کہ شاعر نے
4. اللہ تعالیٰ پر ہر حال میں توکل کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ انسان کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اِسی وجہ سے شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سفر ہجرت

قوم کی طرف سے مایوس ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے آپ علیہ السلام نے اپنی بیوی (حضرت سارہ رضی اللہ عنہا) اور بھتیجے (حضرت لوط علیہ السلام) کے ساتھ **فلسطین**، پھر **شام** اور پھر **مصر** کا رخ کیا۔ مصر میں آپ علیہ السلام اور آپکی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس کا ذکر مستند احادیث میں ملتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ کسی نے اس سے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر دیا کہ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو بلوایا اور پوچھا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا لگتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے —یعنی **توریہ** سے کام لیا— (بادشاہ نے کہا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو میرے پاس بھیجو)۔ جب ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو ان سے کہا! کہ اے سارہ رضی اللہ عنہا (دیکھو) یہاں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی بھی مومن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے ساتھ رشتہ پوچھا تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ تم میری (دینی اعتبار سے) بہن ہو۔ اس لیے اب تم بادشاہ سے کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے میں جھوٹا بنوں۔ (یعنی اگر آج ہمیں بادشاہ نے مار دیا تو اِس روئے زمین پر خدا کا نام لینے والا کوئی نہیں ہو گا)۔

(یہ کہہ کر) آپ علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس بھیجا، یا بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس برائی کے اِرادے سے گیا۔ اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھیں۔ [سبق: مصیبت کے وقت نماز سے مدد مانگنی چاہئے، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ –وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ]۔ انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی کہ **"اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں، اور اگر میں نے اپنے شوہر کے علاوہ ہر ایک سے اپنی حیاداری کی حفاظت کی ہے، تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔"**

اتنے میں بادشاہ نے جیسے ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف برائی کی نیت سے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً ہی پکڑ لیا گیا۔ اچانک بادشاہ تھر تھرایا اور اس کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔ اُس نے فوراً حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنے رب سے دعا کرو (کہ وہ مجھے اس مصیبت

سے نجات دے دے)، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے حضور دُعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی عورت نے مارا ہے (یعنی بادشاہ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اکیلے تھے)۔ چنانچہ وہ پھر صحیح ہو گیا (اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے چھوڑ دیا گیا) لیکن (نفسانی خواہش دوبارہ اُس پر غالب آئی) وہ دوبارہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف (برائی کی نیت سے) بڑھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے پھر نماز پڑھنے لگیں اور وہی دعا کی جو پہلے کی تھی۔

اتنے میں اچانک بادشاہ تھر تھرایا، کانپا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی دعا کی کہ "اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔" (اللہ تعالیٰ نے پھر آپکی دعا فوراً قبول کی) اور وہ بادشاہ دوبارہ خدا کی گرفت سے چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ (تنگ آکر) کہنے لگا کہ **تم لوگوں نے میرے یہاں ایک سرکش جن / شیطان بھیج دیا (جسکی وجہ سے مجھ پر تھر تھری اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں)**۔ (لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے زہد و تقویٰ، پاکدامنی اور عفت و پاکیزگی سے بھی بے حد متاثر ہوا، اور اُس نے اپنی بیٹی (بعض روایات میں 'لونڈی' کا ذکر آتا ہے)، **حضرت ہاجرہ** کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا، (تاکہ وہ بھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہ کر ویسی ہی متّقی اور پرہیزگار خاتون بن سکے)۔

بادشاہ نے کہا کہ اِس عورت کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس (واپس) لے جاؤ اور اِنہیں (میری بیٹی) آجر (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا) کو بھی (بطور خدمت) دے دو۔ پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، آپ علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا حال احوال پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ (کیا آپ) دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور اُس کی چال کو اُسی کے منہ پر دے مارا اور ساتھ میری خدمت کے لیے یہ لڑکی بھی دلوا دی (بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے شادی کر کے اُنہیں اپنی زوجیت میں لے لیا، اور انہیں کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور اُن سے آگے آنے والی تمام نسل بنی اسماعیل کہلائی اور قبیلہ قریش بھی اِسی بنی اسماعیل کی ایک شاخ تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اِسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں بنی اسماعیل کی اولاد میں سے ہوں۔ (صحیح بخاری:5084, 3358, 2217, 2635)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت اور آزمائشوں کا آغاز

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں مگر بڑھاپے کی عمر میں پہنچنے کے باوجود وہ ابھی تک صاحب اولاد نہ تھے۔ اُن کے دل میں یہ خواہش رہتی تھی کہ اُن کی کوئی اولاد ہو جو اُن کے دین کے کام میں سہارہ بنے۔ اِس لیے وہ اکثر دعا کرتے تھے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ۔ ترجمہ: اے اللہ! مجھے صالح اولاد (لڑکا) عطا فرما۔ (الصافات:101-100)

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا) ہم نے اُس کو ایک حلیم / بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو 86 سال تک کی عمر میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے (جو فرعون کی بیٹی تھیں) حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے (تفہیم القرآن)۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہونی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام پر آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

1۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ۔ بے آب و گیاہ وادی: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ رضی اللہ عنہا۔ دونوں کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ (جہاں نہ بندہ نہ بندے کی ذات۔۔۔)۔ آپ خود سوچیں کے ایک انسان جسکو بڑھاپے میں (80/90 سال میں) اولاد عطا ہوئی ہو اور اُس سے محبت بھی شدید ہے اور اُسے کہا جائے کہ اِسے دور دراز بنجر اور ویران جگہ پر چھوڑ آؤ، تو یہ کرنا کسی بھی انسان کے لیے مشکل ہو گا، لیکن چونکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے ایک لمحہ بھی سوچنے میں نہیں لگایا اور اِس حکم کے آگے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر باہر نکلے جبکہ ان کے پاس صرف کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ پانی کا تھا کیونکہ اُس وقت مکہ میں نہ کوئی انسان تھا اور نہ پانی۔ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ اس میں سے پانی پیتی رہیں اور اسماعیل علیہ السلام اِن کا دودھ پیتے رہے۔ حتیٰ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ آئے تو انھیں ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھا دیا جہاں اب زمزم ہے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس چلے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور اُن کو پیچھے سے آواز دی۔ **اے ابراہیم علیہ السلام! اس خشک جنگل میں جہاں کوئی انسان بھی نہیں ہے، ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟** اُنہوں نے کئی دفعہ یہ سوال دھرایا۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی طرف نہ دیکھا (کیونکہ اللہ کا یہی حکم تھا)۔ آخر اُنہوں نے پوچھا کہ کیا آپ کو ایسا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: (اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو) میں اللہ پر راضی ہوں، وہ ہماری حفاظت بھی کرے گا اور ہمیں ہلاک بھی نہیں ہونے دے گا، (یہ کہہ کر) وہ واپس لوٹ آئیں۔

سبق: یہ توکل علی اللہ کی معراج تھی۔ کہ حکمِ اِلٰہی کے سبب اِس صحرا میں وہ اپنے دودھ پیتے بچے کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئیں۔

ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے اور جب ایک پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ (اُن کے بیوی بچے) نظر نہیں آرہے تھے تو آپ نے اُن دونوں کی طرف رخ کیا (جہاں اب کعبہ ہے) اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْكُرُوْنَ (ابراہیم:37)

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اِس بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصّے کو تیرے گھر کے پاس لا بسایا ہے، تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ اے اللہ! کچھ لوگوں کے دلوں کو اِن کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں کھانے کو پھل عطا فرما، تا کہ یہ تیرا شکر ادا کریں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مشکیزے سے پانی پیتی رہیں اور بچے کو اپنا دودھ پلاتی رہیں۔ حتی کہ جب پانی ختم ہو گیا، تو وہ اور اُن کو چھوٹا بیٹا بھی پیاسا رہنے لگا۔ وہ اب اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہی تھیں کہ ان کا بیٹا (پیاس کی شدت سے) زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہوتا تھا۔

صفا پہاڑی وہاں سے سب سے نزدیک تھی۔ وہ (پانی کی تلاش میں) اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آیا، وہ **—صفا—** سے اتریں اور سوچا کہ جاؤں اور بچے کو دیکھوں وہ کس حالت میں ہے؟ چنانچہ آئیں اور دیکھا تو بچہ اسی حالت میں تھا گویا وہ موت کی کشمکش میں تڑپ رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر دلِ بے قرار کو قرار نہ آیا اور پھر سوچا کہ میں جاؤں اور دیکھوں شاید کوئی شخص نظر آجائے۔ پھر وہ دوڑی دوڑی **—مروہ—** پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے **صفا و مروہ کے گرد سات (7) چکر** لگائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صفا اور مروہ کے درمیان) لوگوں کے لیے دوڑنا اسی وجہ سے شروع ہوا۔

(ساتویں مرتبہ) جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، کیا دیکھتی ہیں کہ وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود ہیں۔ تو انھوں نے کہا: اگر تمھارے پاس کچھ بھلائی ہے تو میری مدد کرو۔ جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حیران ہو گئیں (کہ اس بیاباں صحرا میں پانی کا چشمہ ۔۔۔) پھر زمین کھودنے لگیں اور اُسے حوض کی شکل دے دی تا کہ پانی جمع ہو جائے

اور پہنے نہ پائے اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ پھر **آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ پانی کو یوں ہی رہنے دیتیں (اور پانی کے گرد منڈیر نہ بناتیں) تو آج بھی زمزم ایک بہتے ہوئے پانی کا چشمہ ہوتا"۔**

بہر حال! حضرت ہاجرہ وہ چشمے کا پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ بچے کو پلاتی رہیں۔ اس کے بعد ان سے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اپنے برباد ہونے کا خوف ہر گز نہ کرنا کیونکہ یہیں اللہ کا گھر ہو گا، جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اب جہاں بیت اللہ ہے، اُس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا، مگر اُس ٹھیلے کو کچھ نہ ہوتا۔

اگرچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی والا واقعہ اِس حدیث کا حصہ تو نہیں ہے، لیکن چونکہ سورۃ الصافات 102 سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ نو عمری کا ہے، اور انکے نوجوان / بالغ ہونے اور شادی ہونے سے بہت پہلے رونما ہوا ہو گا، اس لیے اِنکی شادیوں کا ذکر کرنے سے پہلے اس واقعے کہ بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا واقعہ

ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچوں سے ملنے آتے رہتے تھے۔ اسماعیل علیہ السلام جب 14 / 15 برس کی عمر کو پہنچ گئے، اور اپنے والد کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹانے لگ گئے، تو ایک بڑی آزمائش نے اُن کو آگھیر لیا۔

- ✓ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے **8-ذی الحجہ** کو خواب میں دیکھا کوئی انھیں کہہ رہا ہے کہ "اپنے اس بیٹے کو ذبح کرو"۔ آپ نے یہ پورا دن سوچ و چار میں گزار دیا (کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے یا شیطان کا وسوسہ)۔ اسی لئے 8 ذی الحجہ کو-**یوم الترویہ**- کہا گیا (غور و فکر کا دن)
- ✓ اگلی رات یعنی **9-ذی الحجہ** کو پھر یہی خواب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اِس روز اپکو خواب کی حقیقت کی معرفت ہوئی تھی اس لیے 9 ذی الحجہ کو-**یوم عرفہ**- کہا جاتا ہے (پہچان کا دن)۔
- ✓ پھر اگلی رات یعنی **10-ذی الحجہ** کو آپ کو خواب آیا کہ آپ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں (یہ نہیں دیکھا کہ ذبح کر چکے ہیں)۔ تو آپ نے صبح اُٹھتے ہی اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اِرادہ کر لیا۔ اس لیے 10-ذی الحجہ کو-**یوم النحر**- کہا جاتا ہے (قربانی کا دن)۔ (مظہری جلد 8 صفحہ 129 بروایت بیہقی فی شعب الایمان)

آخر کار صبح بیٹے کو بلایا اور کہا: **يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ** (الصافات:102)

ترجمہ: اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟[2]

اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: **يَآ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ** (الصافات:102)

ترجمہ: اے ابا جان! آپکو جو حکم دیا جا رہا ہے، اُسے فوراً کر ڈالیے، آپ مجھے انشاءاللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

یعنی باپ اور بیٹا دونوں اطاعت و فرمابرداری کے جذبے سے سرشار ہو کر خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے چل پڑے۔

اِسی پر علامہ اقبالؒ نے کیا خوب شعر کہا ہے: **یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی**
سِکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

ابراہیم علیہ السلام ہاتھ میں چھری لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر ایک جگہ آ گئے اور اسماعیل علیہ السلام کو ماتھے کے بل / اوندھے منہ گرا دیا (تاکہ ذبح کرتے وقت بیٹے کا چہرہ دیکھ کر کہیں محبت و شفقت سے ہاتھ میں لرزش پیدا نہ ہو جائے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ نیچے کی طرف سے ہاتھ ڈال کر چھری چلائیں (تفہیم القرآن))۔ عجیب منظر تھا جیسے **زمین سہمی ہوئی ہو** اور **آسمان پہ سکتہ طاری** ہو کہ اُس نے آج سے پہلے یہ منظر نہیں دیکھا۔

ابراہیم علیہ السلام نے آنکھوں پر پٹی باندھی تاکہ آنکھیں اس منظر کو نہ دیکھ سکیں۔ چھری ہاتھ میں لی اور قریب ہی تھا کہ وہ چھری چلاتے، کہ اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آیا، جبرائیل علیہ السلام آئے اور ایک لمحے میں اسماعیل علیہ السلام کو ہٹا کر اُن کی جگہ ایک مینڈھا رکھ دیا۔ اور چھری اُس جانور کی گردن پر چل گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی:

وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿104﴾	اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم!
قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ	تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا
إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾	ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔
سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾	ابراہیم! تم پر سلامتی ہو۔

اللہ تعالیٰ کو یہ قربانی اتنی پسند آئی کہ قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کے لیے ہر سال قربانی کو فرض قرار دے دیا گیا۔

---

[2] یہاں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ اولاد کو اگر کسی کام پر راضی کرنا ہو (چاہے وہ خدا کا حکم ہی کیوں نہ ہو)، اُس میں مشورہ اور گفتو شنید سے آغاز کرنا چاہئے۔ ایک دم سے حکم نامہ جاری نہیں کرنا چاہئے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو زبردستی پکڑ کر ذبح کرنے کے لئے لٹا لیتے تو آپ کو ذبح کرنے کا ثواب تو مل جاتا، لیکن اسماعیل علیہ السلام کی دلی آمادگی اور نیت شامل نہ ہو پاتی۔

وقت گزرتا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوتے گئے۔ پانی کی موجودگی کے سبب **قبیلہ جرہم** اور دیگر قبیلوں نے بھی وہاں آکر سکونت اِختیار کرنا شروع کردی اور یوں مکہ کی سرزمین انسانوں سے آباد ہونا شروع ہوگئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی جوانی میں ایسے خوبصورت تھے کہ آپ پر سب کی نظریں جب پڑتی تھیں تو آپ سب سے خوبصورت لگتے تھے۔ بالغ ہوئے تو قبیلہ جرہم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا، لیکن اسکے بعد آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا۔

اُدھر حضرت ابراہیمؑ کو خیال آیا تو اپنی بیوی (سارہ رضی اللہ عنہا) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے بیوی بچوں کی خبر لینا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ مکہ آئے، تو (پتہ چلا کہ بیوی فوت ہو چکی ہے) تو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اُس کو سلام کہا اور پوچھا کہ اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ اُن کی بیوی نے کہا: وہ شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر آپ نے اُن کی بیوی سے معاشی حالات وغیرہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہے۔ اس طرح انہوں نے (اور بھی کچھ) شکایتیں کیں (ناشکری کا مظاہرہ کیا)۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ **جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا سلام کہنا اور (ہاں) یہ بھی کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لیں۔**

پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے اُنہوں نے کسی کی انسیت سی محسوس کرلی–اپنی بیوی سے پوچھا، کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں ایک بزرگ اِس اِس شکل کے یہاں آئے تھے (یعنی پورا حلیہ بتایا) اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، میں نے انہیں بتایا (کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر اوقات کا کیا حال ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تمہیں کچھ نصیحت بھی کی تھی؟ ان کی بیوی نے کہا! کہ ہاں مجھ سے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور وہ یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے اور مجھے یہ حکم دے کر گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے سے جدا کردوں، اب تم اپنے گھر جاسکتی ہو۔ (یہ کہہ کر) اسماعیل علیہ السلام نے انہیں طلاق دے دی۔

(کچھ دنوں بعد اُنہوں نے) قبیلہ جرہم میں ایک دوسری عورت سے شادی کرلی۔

سبق: بیویوں کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت و خوبی یہ ہے کہ ہر طرح کے حالات میں شکر و صبر کرنے والی ہوں۔

کچھ عرصے بعد پھر دوبارہ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں خیال آیا تو اپنی بیوی (سارہ) سے فرمایا کہ میں چھوڑے ہوئے بیوی بچوں کو دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ مکہ تشریف لائے اور حضرت اسماعیلؑ کے گھر آئے تو اس بار بھی اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر موجود نہیں تھے۔ آپ اُن کی

دوسری بیوی سے ملے اور اُن سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے روزی تلاش کرنے (شکار پر) گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم لوگوں کا کیسا گزر بسر ہو رہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے، انہوں نے اس کے لیے اللہ کی تعریف و ثنا کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت! آپ نے دریافت کیا فرمایا کہ پیتے کیا ہو؟ بتایا کہ پانی! ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی، اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ بیوی نے کہا! آپ ہمارے ہاں ٹھہریں، کھانا کھائیں اور پانی نوش کریں۔۔۔ ابراہیم علیہ السلام نے (جاتے ہوئے) اس سے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں (یعنی اس کی حفاظت کریں)۔

جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں ایک بزرگ، بڑی اچھی شکل و صورت کے آئے تھے۔ بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا (کہ اسماعیل کہاں ہیں؟) اور میں نے بتادیا کہ آپ گھر پر نہیں ہیں اور یوں انہوں نے ملاقات کی پوری تفصیل بتادی۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے، چوکھٹ تم ہو اور والد مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں (ہمیشہ) اپنے ساتھ رکھوں (کبھی تمہیں اپنے سے جدا نہ کروں)۔

کچھ عرصے بعد پھر حضرت ابراہیمؑ کو خیال آیا تو اپنی بیوی حضرت (سارہ) سے فرمایا کہ میں اپنے چھوڑے ہوئے بچوں کو دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں دیکھا (جہاں ابراہیم علیہ السلام انہیں چھوڑ گئے تھے) وہ اپنے تیروں کو درست کر رہے ہیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو (باپ کی محبت میں) ان کی طرف (بھاگ) کھڑے ہوئے اور محبت سے والد سے (گلے لگ کر) ملے۔ (گپ شپ اور حال احوال پوچھنے کے بعد) حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اے اسماعیلؑ–اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسی مقام پر اللہ کا ایک گھر بناؤں اور آپ نے اُسی اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف!۔ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا: اباجان! آپ اپنے رب کی فرمانبرداری کریں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم تعمیر کعبہ میں میری مدد کرو۔ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا: میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ بہر حال یہ دونوں باپ بیٹا اٹھ کھڑے ہوئے، حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ تعمیر کرتے اور حضرت اسماعیلؑ انھیں پتھر پکڑاتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اُس پر آپ کے پیروں کے نشان رہ گئے۔ آج بھی وہ پتھر حرم میں موجود ہے۔

نبی ﷺ کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلی (نماز پڑھنے کی جگہ) بنالیتے (تو کیا ہی اچھی بات ہوتی)۔ اِس کے بعد آیت- **وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى** -نازل ہوگئی۔ (ترمذی:2960)

دونوں باپ بیٹا بیت اللہ کی تعمیر کرتے جاتے اور یہ دعا مانگتے تھے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرۃ:127)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول فرما۔ یقیناً تو ہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔" (بخاری:3364؛3365)

سبق: اتنا عظیم کام کرنے کے بعد بھی دل میں ذرا تکبر نہیں پیدا ہوا بلکہ اللہ سے قبولیت کی دعا کر رہے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگوں کو حج کی دعوت دیں، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! اس بے آباد ویرانے سے باہر آبادیوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اعلان کرنا تمہارا کام ہے اور آواز کو لوگوں تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا تو ان کے لیے بستیاں بلند کر دی گئیں اور پہاڑ پست کر دیئے گئے، تو انہوں نے فرمایا: لوگو! اپنے رب کی (حج کی) دعوت کو قبول کرو، تو انہوں نے اسے قبول کیا۔ (مسند اسحاق بن راھویہ / حدیث:388)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا یہ اعلان نہ صرف اس وقت کے زندہ انسانوں تک پہنچا دیا، بلکہ عالم ارواح میں تمام روحوں تک بھی یہ آواز پہنچائی۔ جس جس شخص کی قسمت میں بیت اللہ کی زیارت لکھی تھی اس نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کے جواب میں لبیک کہا۔ اور وہی لوگ اب حج کو جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحج:27)

ازواج، اولاد اور وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام

- ✓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی 99 سال کی عمر میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔
- ✓ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے **تیسری شادی حضرت قطورہ** رضی اللہ عنہا سے کی جن سے 6 اولادیں ہوئیں۔
- ✓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات **175 سال** کی عمر میں ہوئی۔ اُس وقت اُن کے دونوں بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام دونوں موجود تھے۔ اُنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی دفن کیا۔

ذوالحجہ کے پہلے 10 ایام کی فضیلت واہمیت

- ✓ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا نہیں —اور ان دس دنوں میں کیا گیا عمل اللہ تعالیٰ کو تمام دنوں کے اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ پس تم ان دس دنوں میں کثرت سے **تحلیل** (لا الہ الا اللہ)، **تکبیر** (اللہ اکبر) اور **تحمید** (الحمد اللہ) پڑھا کرو۔ (مسند احمد:5446)
- ✓ 9–ذوالحجہ کا دن، **عرفہ کا دن** کہلاتا ہے۔ اِس عظیم دن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ عرفات کے دن سے زیادہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو۔ (مسلم:1348)
- ✓ 9–ذوالحجہ کا روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ (9–ذوالحجہ کا روزہ) گزشتہ سال اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔ (مسلم:1162)
- ✓ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ قربانی کر رہے ہیں ان کے لیے ذالحج کا چاند دیکھنے کے بعد ناخن اور بال کٹوانا جائز نہیں۔ (مسلم:1977)
- ✓ عید کی نماز کے لیے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے / مختلف راستے سے واپس آنا مسنون ہے۔ (ترمذی:541)
- ✓ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اللہ کو جانور کا نہ گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ ہمارا تقوٰی پہنچتا ہے (الحج:37)۔ قربانی کا جانور خریدتے ہوئے دکھلاوے اور ریاکاری سے اپنے دل کو پاک رکھنا بہت ضروری ہے۔
- ✓ فوت شدگان کی طرف سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔
- ✓ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی میں وہ جانور ذبح کرو جو ایک سال کا ہو یا دوسرے سال میں لگا ہو۔ (مسلم:1963)
- ✓ عیوب والے جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں جیسے اندھا، لنگڑا، کان کٹا، دم کٹا جانور عیب دار جانور کہلاتا ہے۔ (ابوداؤد:4-2802)
- ✓ عقیقہ اور قربانی ایک ہی جانور میں نہیں ہوسکتے، دونوں کے لیے الگ الگ جانور قربان کرنا ضروری ہے۔

✓ جانور کی قربانی بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں کی جاتی ہے مگر اس کے ساتھ پورا سال ہم مال کی قربانی۔وقت کی قربانی۔خواہشات کی قربانی۔اور صلاحیتوں کی قربانی بھی دیتے رہیں۔

شاہ نامہ اسلام۔ حفیظ جالندھری۔ حضرت اسمٰعیل کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا ساماں کر
پئے خوشنودی مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر

خلیلؑ اللہ اٹھے خواب سے دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا

اٹھا مرسل اسی عالم میں رسی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبرؑ

پہاڑی پر سے دی آواز اسمٰعیلؑ ادھر آؤ
ادھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ

پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رکا ہر گز نا اسمٰعیلؑ گو شیطاں نے بہکایا

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتاب زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں

سعادتمند بیٹا جھک گیا فرمانِ باری پر
زمین و آسماں حیراں تھے اس طاعت گزاری پر

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرات پیشتر انساں نے دکھلائی نا تھی اب تک

عجب بشاش تھے دونوں رضائے رب عزت پر
تامل یا تذبذب کچھ نا تھا دونوں کی صورت پر

کہا فرزند نے اے باپ اسمٰعیلؑ صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجے گا
مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسی باندھ دیجے گا

مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آجائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے

پسر کی بات سن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری تھامی پدر نے اور پسر قدموں میں آلیٹا

پچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسمٰعیلؑ پر چلنے ہی والی تھی

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسمٰعیلؑ کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

ہوئے جبریلؑ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس، امتحاں مقصود تھا ایثار و جرات کا

اطاعت اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی
کہ جنت سے یہ بر آ گیا ہے بہر قربانی

ہمیشہ کے لئے اس خوابِ صادق کا ثمر لیجے
اسی برے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجے

مٹی قربانی انسان اسمٰعیلؑ کے صدقے
حیات نو ملی ایمان کی تکمیل کے صدقے

خطاب اس دن سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا، ذبیح اللہ